ذکرِ حبیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرتِ مبارکہ کے دو پہلو

خدمتِ قرآن اور محبتِ الٰہی

تقریر

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید

بر موقعہ

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ ۱۹۷۶ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پیش لفظ

جلسہ سالانہ ۱۳۵۱ ہش (۱۹۷۲ء) کے موقعہ پر محترم صاحبزادہ مرزا مبارک ا
صاحب وکیل اعلیٰ وکیل التبشیر نے "ذکر حبیب" کے موضوع پر ایک سلسلہ تقار
شروع فرمایا تھا۔ اس سلسلہ کی تین تقاریر پہلے شائع کی جا چکی ہیں۔ ان م
سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سیرتِ طیّبہ کے چند پہلوؤں
حضور علیہ السّلام کے اقوال اور حضور کی زندگی کے واقعات کی روشنی
بڑے دل نشین انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی سلسلہ کی یہ چوتھی تقر
ہے جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سیرت کے دو پہلوؤ
"خدمتِ قرآن اور محبتِ الٰہی" پر دل نشین انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

حضور علیہ السّلام کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ جہاں ہمارے لئے بیحد ضرو
ہے وہاں ہمیں اپنے بچوں کو بھی اس گراں بہا رُوحانی مائدہ سے فیضیاب ہو
کا موقع بہم پہنچا کر ان کی صحیح تربیت کا فریضہ ادا کرنا لازمی ہے۔

اللہ تعالےٰ ہماری اس پیشکش کو قبول فرمائے اور ہر خاص و عا
رُوحانی تربیت کا باعث بنائے۔

(وکالت تبشیر شعبہ تصنیف)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کے دو پہلو

خدمت قرآن اور محبت الٰہی

تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۷۶ء

گذشتہ سال مجھے سیرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خاص اور نمایاں پہلو یعنی عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر مضمون پڑھنے کی توفیق ملی تھی۔ امسال اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے حضور علیہ السلام کی سیرت کے دو اور مخصوص پہلو یعنی خدمتِ قرآن اور محبتِ الٰہی پر مجھے کچھ کہنا ہے اور مَیں اپنے مضمون کو خدائے رحمٰن و رحیم کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

یعنی اے غافل انسان! قرآن کریم کی خدمت کے لئے کمرِ ہمت باندھ لے۔ پیشتر اس کے کہ تیری موت واقع ہوجائے اور یہ صدا بلند ہو کہ فلاں تو اب اس جہان سے کوچ کر گیا۔

اس شعر میں حضور علیہ السّلام نے چند الفاظ میں قرآن کریم کی عظمت۔ برکات۔ قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل اور علومِ قرآنی کی اشاعت کی اہمیّت بخوبی واضح کر دی ہے۔

لفظ قرآن کی نسبت حضور علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں زبردست پیشگوئی ہے وہ یہ کہ یہی "قرآن" یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے۔ اور یہ ایک زمانہ میں تو اَور بھی زیادہ پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزّت بچانے کے لئے اور شیطان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی...... اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں ہو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۱۲۴)

"خدا تعالےٰ نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ پس اس نعمت کی قدر کرو۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کا لانے والا وہ روح القدس جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوُا جو ایک ضعیف

اور کمزور جانور ہے جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور رُوحانیت ان میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا (جیسا کہ حضور علیہ السلام کے ان الفاظ سے واضح ہے۔ کمزوری سے مراد رُوحانی کمزوری ہے دنیوی نہیں) کیونکہ خود اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۔ (ہود آیت ۱۶)
(یعنی جو دنیا اور دنیا کی نعماء کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اس کو دنیا مل جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کسی کی کوشش کو خواہ کسی جہت میں ہو ضائع نہیں کرتا البتہ ایسے لوگوں کا آخرت کی نعماء سے کچھ حصّہ نہیں ہوتا)
حضور فرماتے ہیں "مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل پر ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لے کر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض وسماء کو بھر دیا تھا۔"
(کشتی نوح طبع اوّل صفحہ ۲۴-۲۵)

پھر فرماتے ہیں :-
"قرآنِ مجید ایک ایسا لعلِ تاباں ہے اور مہرِ درخشاں ہے،

کہ اس کی سچائی کی کرنیں اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی چمک نہ کسی ایک پہلو سے بلکہ ہزارہا پہلوؤں سے ظاہر ہو رہی ہے۔" (منن الرحمٰن ص۱)

قرآن کریم کے کامل اور بے مثل ہونے کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف وہ کتاب ہے، جس نے اپنی عظمتوں، اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں۔ اپنے لطائف و نکات اپنے انوار روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دیدیا ہے۔ بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و بے مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے ھل من معارضٍ کا نقارہ بجا رہا ہے۔ اور دقائق اور حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے حقائق تو بحرِ ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں۔ اور آسمان کے تاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیطِ بیان سے رہ گئی ہو کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۶-۵۵۵)

قرآن کریم کے حسن اور انوار کے دلکش اور پیارے انداز کا آپ نے اپنے ایک شعر میں نقشہ کھینچا ہے۔ جہاں فرماتے ہیں:۔

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے بے مثل اور بے نظیر ہونے کا ثبوت قرآن کریم کے انوار و برکات ہمیشہ زندہ رہنا قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں چنانچہ مَیں اس وقت اس ثبوت کے لئے بھیجا گیا ہوں اور اللہ تعالےٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اس کی حمایت اور تائید کے لئے بھیجتا رہتا ہے کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ یعنی بے شک ہم نے ہی اس (قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وہ توریت یا کسی اور کتاب کے لئے نہیں۔ اس لئے ان کتابوں میں انسانی چالاکیوں نے اپنا کام کیا۔ قرآن شریف کی حفاظت

کا یہ بڑا زبردست ثبوت ہے کہ اس کی تاثیرات کا ہمیشہ تازہ بتازہ ذریعہ بلتا رہتا ہے۔" (الحکم ۱۷؍نومبر ۱۹۰۵ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بچپن۔ آپ کی جوانی کے بعد کی زندگی اس امر پر گواہ ہے کہ آپ کو قرآن کریم سے والہانہ عشق تھا۔ کسی انسان کی اخلاقی حالت۔ اس کی طہارت اور پاکیزگی کا اندازہ اس کی جوانی کی زندگی سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کا بچپن اور آپ کی جوانی کے ایام جن لوگوں کی نظر سے گزرے ان کی گواہیاں شاہد ہیں کہ حضور علیہ السلام کے مشاغل زندگی کے اس دور میں بھی جس کو عام طور پر کھیل کود کا زمانہ کہتے ہیں ذکرِ الٰہی اور قرآن کریم پر غور اور فکر کے سوا کچھ نہ تھے۔ یہ شہادتیں اپنوں کی بھی ہیں اور غیروں کی بھی۔ حضرت خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب (جو حضور علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ کے بطن سے تھے اور حضور علیہ السلام کی زندگی میں سلسلہ احمدیہ میں شامل نہ ہوئے تھے بلکہ حضور کے دوسرے خلیفہ اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے تھے) حضور کی جوانی کے ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:-

"آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اسی پہ نشان کرتے رہتے تھے۔ مَیں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔" (حیات النبی صفحہ ۱۰۸)

اب میں ایک گواہی جو غیروں کی ہے بیان کرتا ہوں۔ یہ اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے جب حضور علیہ السلام بہ سلسلہ ملازمت کچھ عرصہ کے لئے سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ ملازمت اپنی طبیعت کے رجحان کے خلاف صرف اپنے والد محترم کے حکم کی تعمیل میں اختیار کی تھی۔ آپ کی اپنی مرضی کا اس میں دخل نہ تھا اس کا بخوبی اندازہ آپ کے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے جس میں فرماتے ہیں ؎

مجھ کو کیا مُلکوں سے میرا مُلک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں :۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ وہ اپنے کمرہ یا حجرہ میں بیٹھتے تو دروازہ بند کر لیا کرتے تھے یہی طرزِ عمل آپ کا سیالکوٹ میں تھا۔ لوگوں سے ملتے نہیں تھے۔ جب کچہری سے فارغ ہو کر آتے تو دروازہ بند کر کے اپنے شغل یعنی ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ بعض لوگوں کو یہ ٹوہ لگی کہ معلوم کریں کہ دروازہ بند کر کے کیا کرتے ہیں۔ ایک دن ٹوہ نکالنے والوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مخفی کارروائی کا سراغ مل گیا اور وہ یہ تھا کہ آپ مُصلّے پر بیٹھے ہُوئے

قرآن مجید ہاتھ میں ہے یہ دعا کر رہے ہیں کہ یا الٰہی! یہ تیرا کلام ہے مجھے تو تو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں۔"

(حیات النبی ص۱۱۱)

ان درد و الحاح میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کا ثمرہ آپ کی تصانیف تقاریر اور ملفوظات کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لیکچرار اور مصنفین کسی مضمون پر بولنے یا لکھنے سے قبل نفسِ مضمون سے متعلق بعض کتب وغیرہ کا بھی مطالعہ کر لیتے ہیں۔ مگر جیسا کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس غرض کے لئے ہمیشہ قرآن شریف کو پڑھا کرتے تھے اور دوسری کتابوں کی طرف چنداں متوجہ نہ ہوتے تھے۔ گویا آپ کی تمام تحریریں آپ کا تمام کاروبار قرآن شریف کی تفسیر تھا جس کا اظہار آپ کی نظموں میں بھی بخوبی ہوا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:۔

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

(شمائل احمد ص۲۴)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ "سلسلہ احمدیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ آپ کو قادیان سے بٹالہ تک بیل گاڑی میں سفر کرتے دیکھا۔ آپ نے قادیان سے نکلتے ہی قرآن شریف کھول کر سامنے رکھ لیا اور بٹالہ پہنچنے تک جس میں بیل گاڑی کے ذریعہ کم و بیش پانچ گھنٹے لگے ہوں گے۔ آپ نے قرآن شریف کا ورق نہیں الٹا اور انہیں سات آیتوں (یعنی سورۃ فاتحہ) کے مطالعہ میں پانچ گھنٹے صرف کر دیئے۔" (سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۲)

اس جگہ سورہ فاتحہ کی اہمیت اور ماہیت پر حضور علیہ السلام کے الفاظ میں ہی ایک مختصر بیان ضروری معلوم دیتا ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ اس سورۃ پر حضور علیہ السلام کا اتنا گہرا تدبر اور تفکر کیوں ضروری تھا۔ حضور علیہ السلام اپنی تصنیف براہین احمدیہ جلد چہارم میں فرماتے ہیں:۔

"جس قدر میں نے اب تک لطائف و معارف و خواص سورۃ فاتحہ لکھے ہیں۔ وہ بدیہی طور پر بے مثل و مانند ہیں۔ مثلاً جو شخص ذرا منصف بن کر اوّل ان صداقتوں کے اعلیٰ مرتبہ پر غور کرے جو کہ سورۃ فاتحہ میں جمع ہیں اور پھر ان لطائف اور نکات پر نظر ڈالے جن پر سورۃ ممدوحہ مشتمل ہے۔ اور پھر حسنِ بیان اور ایجاز کلام کو مشاہدہ کرے کہ کیسے معانی کثیرہ کو الفاظِ قلیلہ میں بھرا ہوا ہے اور پھر عبارت کو دیکھے

کہ کیسی آب و تاب رکھتی ہے۔ اور کس قدر روانگی اور صفائی اور ملائمت اس میں پائی جاتی ہے کہ گویا ایک نہایت مصفی اور شفاف پانی ہے کہ بہتا ہوا چلا جاتا ہے اور پھر اس کی روحانی تاثیروں کو دل میں سوچے کہ جو بطور خارقِ عادت دلوں کو ظلماتِ بشریت سے صاف کر کے موردِ انوارِ حضرتِ الوہیت بناتی ہیں۔ جن کو ہم اس کتاب کے ہر موقعہ پر ثابت کرتے چلے جاتے ہیں تو اس پر قرآن شریف کی شان بلند جس سے انسانی طاقتیں مقابلہ نہیں کر سکتیں ایسی وضاحت سے کھل سکتی ہے جس پر زیادت متصوّر نہیں۔"

(براہین احمدیہ ص۵۴۴-۵۴۵)

پھر اعجاز المسیح میں فرماتے ہیں:۔

"سورۂ فاتحہ ایک محفوظ قلعہ نورِ مبین اور استاد و مددگار ہے اور یہ احکامِ قرآنیہ کو بڑے اہتمام سے کمی و بیشی سے محفوظ رکھتی ہے۔"......

ہر وہ شخص جس نے اس پر ایک پرکھنے والے کی طرح نظر ڈالی اور چمکتے ہوئے چراغ کی مانند روشن فکر کے ساتھ اس کے قریب ہوا اس نے اس کو آنکھوں کا نور اور اسرار کی کلید پایا۔ اس سورۃ کے عجائبات میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ایسے الفاظ میں بیان کی ہے کہ اس سے زیادہ بیان کرنا انسان کی

ت میں نہیں۔ (تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ ۲۱-۲۲)

حضور علیہ السلام کے ایک ساتھی دوست اور خادم حضرت محمد صادق صاحبؓ نے بیان کیا کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ سلام کو صرف ایک دفعہ روتے دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک پ خدام کے ساتھ سیر کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ اور نوں حاجی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد ن آئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ حضرت صاحب راستہ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کچھ قرآن شریف ر سُنائیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف پڑھ کر سُنایا تو قت مَیں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

(ذکر حبیب صفحہ ۳۲۳)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ آنسو محبّت کے اس چشمہ سے پھُوٹے حضور علیہ السّلام کے دل میں موجزن تھا۔ اپنی اس محبت اور کا اظہار آپ نے اپنے ایک اردو شعر میں ان الفاظ میں کیا ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اللہ تعالیٰ کے اس پاک اور زندہ کلام اور آخری شریعت سے ر علیہ السلام کی محبت صرف اپنے تک ہی محدود نہ تھی بلکہ حضور

علیہ السلام کو ہر دم یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ کاش دنیا میں بسنے والے باقی انسان بھی اس بے بہا خزانہ کی قدر کو پہچانیں۔ اور اس سے بہرہ اندوز ہوں۔

اپنے اس دُکھ اور غم کی کیفیّت کو حضور نے اپنی ایک فارسی نظم میں ان اشعار میں بیان فرمایا ہے :-

جانم کباب شد زغمِ ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند
صد بار رقص ہا کنم از خرّمی اگر
بینم کہ حُسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند
اے خواجہ پنج روز بود لطفِ زندگی
کس از پے مدام دریں خاکداں نماند
امروز گر دل از پئے قرآں نہ سوزدت
عذرِ دگر ترا بجنابِ یگاں نماند

قرآن کریم کے غم میں میری جاں کباب ہو گئی ہے اور مَیں اس قدر سوختہ ہو گیا ہوں کہ بچنے کی امید نہیں۔ مجھے بے انتہا خوشی ہو گی اتنی کہ مَیں خوشی سے جھوم اٹھوں گا اگر مَیں یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش حُسن پوشیدہ نہیں رہا۔ اے صاحب! زندگی کا لطف پانچ دن کے لئے ہے۔ کوئی نہیں جو اس دنیا میں ہمیشہ ہمیش رہ سکے اگر آج بھی تیرے دل میں قرآن کے لئے درد پیدا نہیں ہوتا تو یاد رکھ

خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر پیش نہیں جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصانیف۔ تقاریر۔ اور مجالس عرفان میں نہ صرف قرآن کریم کے کامل و مکمل ضابطہ حیات اور اس میں بیان فرمودہ ابدی صداقتوں کی نشاندہی کی۔ بلکہ غیر مذاہب کی کتب پر قرآن حکیم کی فوقیت موجودہ اور آئندہ آنے والے زمانوں کا حل۔ فلسفہ اور سائنس کی طرف سے اعتراضات کے جوابات اور اس کی پیروی کے پاک ثمرات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مَیں صرف چند اقتباسات پر اکتفا کروں گا۔

فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی شخص قرآن شریف کے اس معجزہ کا انکار کرے... تو ہم ہر پہلو سے قرآن کریم کا اعجاز ثابت کر کے دکھلا دینگے اور بتلا دینگے کہ تمام صداقتیں اور پاک تعلیمیں قرآن کریم میں موجود ہیں"۔

(ملفوظات جلد اوّل صـ۸۴)

"اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو تیار ہیں"۔

(براہین احمدیہ صـ۲۶۵ حاشیہ ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے علم پا کر یہ قطعی اور یقینی خبر دی کہ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مَیں نے کسی دوسرے مذہب کی کسی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصّہ اور خواہ تدبیر منزل خواہ اور سیاست مدنی کا حصّہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو۔ قرآن شریف کے بیان کے ہم پلہ نہیں پایا۔ اور یہ قول میرے نہیں کہ مَیں گواہی دوں اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں۔ بلکہ ایسے وقت میں ہے جبکہ دنیا میں مذاہب کی کُشتی شروع ہے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس کشتی میں آخر کار اسلام کا غلبہ ہے۔ مَیں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیونکہ مَیں زمینی نہیں ہوں بلکہ مَیں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے مُنہ میں ڈالا ہے۔" (پیغام صلح صہ ۱۲)

پھر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ خوب جانتا تھا کہ اس زمانہ میں کیسے کیسے جدید علوم پیدا ہوں گے۔ کوئی نئی تحقیقات یا علمی ترقی نہیں جو قرآن شریف کو مغلوب کر سکے اور کوئی صداقت نہیں کہ اب پیدا ہو گئی ہو اور وہ قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ عجیب نکتہ بھی بیان فرمایا کہ جوں جوں علمی ترقی ہو گی۔ اور سائنس اپنے معراج کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے گی قرآنی تعلیمات کی حقانیت دنیا پر ظاہر ہو گی۔ حضور فرماتے

ہیں۔ جس قدر علوم طبعی پھیلتے جاتے ہیں اور پھیلیں گے اسی قدر قرآن کی عظمت اور خوبی ظاہر ہوگی۔"

(ملفوظات جلد اوّل)

یہاں ایک مثال دلچسپی کا موجب ہوگی۔ جب کسی مسلمان کے گھر بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کے الفاظ دوہرانے کا حکم ہے۔ چند سال قبل تک اس کی حکمت کم از کم غیروں کی نظر سے اوجھل تھی۔ لیکن اب میڈیکل سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد اس کے پہلے سانس سے ہی اس کی جسمانی اور رُوحانی نشو و نما شروع ہو جاتی ہے۔

قدیم و جدید فلسفہ کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

"قرآن کا ایک لفظ یا شعشہ بھی اوّلین و آخرین کے فلسفہ کے مجموعی حملہ سے ذرہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ وہ ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کر دے گا۔ اور جو اُس پر گرے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۵۷ حاشیہ)

قرآن کریم کے انوار و برکات کے پاک ثمرات کے متعلق حضورؑ فرماتے ہیں:۔

ہمارا مشاہدہ اور تجربہ۔ اور ان سب کا جو ہم سے

پہلے گذر چکے ہیں اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن شریف اپنی روحانی خاصیّت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچّے پیرو کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کے دل کو منوّر کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے۔ جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے اور دُعا قبول کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے اور ہر ایک جو اُس سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچّا پیرو ہے خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اُس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اُس بندہ کے ساتھ ہے جو اُس کے کلام کی پیروی کرتا ہے "۔ (چشمۂ معرفت ص ۲۹۴-۲۹۵)

محبّتِ الٰہی

قبل اس کے کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سیرت اور اخلاق کے اس مخصوص پہلو پر کچھ عرض کروں۔ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات کے متعلق غیر مذاہب سے تعلق رکھنے والے یا لا مذہب لوگوں کے تصوّرات کا مختصر خاکہ بیان کرنا ضروری معلوم دیتا ہے کیونکہ

سب سے اوّل تو وجود باری کا مسئلہ آتا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے انسان اس بارہ میں مختلف خیالات رکھتے ہیں۔ کچھ تو سرے سے ہی اللہ تعالےٰ کی ذات کے بھی قائل نہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ یہ کائنات خود بخود ظہور میں آئی۔ اور ضروری نہیں کہ اس کا پیدا کرنے والا بھی ہو۔ جیسے ایک سائنسدان اور فلاسفر نے جو اللہ تعالےٰ کی ذات کے قائل نہیں مثال دیتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کا تصوّر ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص ٹیلیفون کے ریسیور کو اٹھا کر کوئی نمبر گھمائے مگر جب دوسری طرف کوئی موجود ہی نہیں تو اسے جواب کون دے گا؟ پھر کچھ ایسے بھی ہیں جو زمین اور آسمان اور دیگر تخلیق کو دیکھکر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیئے مگر اس سے آگے ان کی نظر تھک کر رہ جاتی ہے۔ پھر وہ بھی ہیں جنہوں نے ایک ناچیز انسان کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور خدا کا شریک بنا دیا۔ اور وہ بھی ہیں جنہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھر تراش کر بُت بنائے اور ان کے آگے ماتھا ٹیکنے لگ گئے۔ اور پھر کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے انسان پرستی اپنا شیوہ بنا لیا۔ مگر اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ربّ العالمین ہے۔ وہ رحمان اور رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ صرف اور صرف اسی کی عبادت ہی انسان کو فلاح کا راستہ دکھا سکتی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے

ارادوں میں کوئی روک نہیں بن سکتا۔ اس کی نفی کے آگے کوئی دیوار کھڑی نہیں کی جاسکتی۔ اس کے اذن کے بغیر ایک پتّہ بھی نہیں ہل سکتا۔ اور اس کی رضا کے حصول کے بغیر انسان چوپایوں سے بدتر ہے۔

کسی بھی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے انسان کے لئے صرف دو راہیں کھلی ہیں۔ ایک تو ہمارا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے اور دوسرا طریق یہ ہے کہ انسان دوسروں کے مشاہدہ اور تجربہ سے فائدہ اٹھائے۔ مثلاً علمِ کیمیا کے ماہرین انسان کی مختلف بیماریوں کے علاج کے لئے تجربات میں لگے رہتے ہیں۔ دوائیں ایجاد کی جاتی ہیں۔ اب ان کا مشاہدہ اور تجربہ ایک نتیجہ اخذ کرتا ہے اور وہ اس کو رفاہِ عامہ کے لئے دوا کی شکل دے کر ادویہ بنانے والی کمپنیوں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اب ہم میں سے کوئی شخص بھی اس بناء پر دوا کے استعمال سے انکار نہیں کرسکتا کہ میں نے تو یہ تجربہ خود نہیں کیا۔ مجھے کیا علم کہ یہ زہر ہے یا تریاق۔

سو ہستی باری تعالیٰ کے متعلق بھی یہی دو راہیں کھلی ہیں۔ البتہ ایک فرق کے ساتھ کہ دنیوی علوم کے حصول کے لئے تعلیم کے ایک خاص دَور میں سے گذرنا ضروری ہوتا ہے تب جا کر کوئی شخص اس قابل بن سکتا ہے کہ خود بھی تجربات کر سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے کسی دنیوی تعلیم اور کسی کورس

کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو قرآن کریم میں یہ خوشخبری سُنادی ہے کہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ اَن پڑھ ہو یا پڑھا ہوُا۔ گورا ہو یا کالا۔ عربی ہو یا عجمی۔ جو بھی عبودیت کا جامہ پہن کر اس کی جستجو کرے گا اس کو پالے گا۔

ہستی باری تعالےٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ان تمام اعتراضات اور وساوس اور غلط اعتقادات کے متعلق نہایت مؤثر اور مُدلّل انداز میں اور مختلف پیرایوں میں اپنی تصانیف اور تقاریر میں روشنی ڈالی ہے اور پھر حضور علیہ السلام کی ساری زندگی بچپن سے لے کر آپ کے وصال تک اس یقینِ کامل کی آئینہ دار ہے جو حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جبکہ حضور علیہ السلام مجلس میں رونق افروز تھے۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر فلاسفر کے اس خیال کہ آسمان و زمین کا بنانے والا کوئی صانع ہونا چاہیئے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"فلاسفر۔۔۔آسمان و زمین کو دیکھ کر اور دوسرے مصنوعات کی ترتیب ابلغ و محکم پر نظر کر کے صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی صانع ہونا چاہیئے مگر مَیں اس سے بلند تر مقام پر لے جاتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ خدا ہے"۔

(ملفوظات جلد سوم صـ۱۶)

حضور علیہ السلام نے زمین و آسمان کی تخلیق اور اس میں پیدا کردہ

جملہ مصنوعات کو اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا ہے لیکن مادی آنکھ ان وسعتوں تک نہیں پہنچ پاتی اس کے لئے بصیرت کی آنکھ چاہیئے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے بعض اشعار میں اس نکتہ کو بیان فرمایا ہے جیسے فرماتے ہیں۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدءُ الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بیکل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا
خوب رُویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گل دگلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

پھر فرماتے ہیں:۔

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ مَیں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے۔ اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع

ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ تقسیم کردوں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے زیادہ سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع انسان کو اس سے محروم رکھوں۔"

(اربعین ۱ صـ۳-۲)

حضور اپنی تصنیف انجام آتھم میں فرماتے ہیں:۔

"اے نادانو! تمھیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے۔ اور مُردار کھانے میں کیا لذّت؟ آؤ میں تمھیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسٰی کا طُور ہے جہاں خدا بول رہا ہے وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔"

(انجام آتھم صـ۳۴۴)

اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

آج جماعت احمدیہ میں ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے۔ جو اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر حلفاً کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارا خدا گونگا اور بہرہ نہیں۔ وہ اب بھی اپنے پیارے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ وہ اب بھی اپنے بندوں کی دعائیں سُنتا اور قبولیت سے نوازتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایام جوانی کے شب و روز کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

"سب سے اوّل اور سب سے مقدم محبت الٰہی کا نمبر آتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو خالق و مخلوق کے باہمی رشتہ کا مضبوط ترین پیوند اور فطرت انسانی کا جزو اعظم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس روحانی پیوند کا جس عجیب و غریب رنگ میں آغاز ہوا۔ اس کا تصوّر ایک صاحب دل انسان میں ایک وجد کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جوانی کا عالم تھا جبکہ انسان کے دل میں دنیوی ترقی اور مادی آرام و آسائش کی خواہش اپنے پورے کمال پر ہوتی ہے۔ اور حضور کے بڑے بھائی صاحب ایک معزز عہدہ پر فائز ہو چکے تھے۔ اور یہ بات بھی چھوٹے بھائی کے دل میں ایک گونہ رشک یا کم از کم نقل کا رجحان پیدا کر دیتی

ہے۔ایسے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب نے علاقہ کے ایک سکھ زمیندار کے ذریعہ جو ہمارے دادا صاحب سے ملنے آیا تھا حضرت مسیح موعودؑ کو کہلا بھیجا کہ آجکل ایک ایسا بڑا افسر برسرِ اقتدار ہے جس کے ساتھ میرے خاصے تعلقات ہیں اس لئے اگر تمھیں نوکری کی خواہش ہو تو میں اس افسر کو کہکر تمھیں اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں۔ یہ سکھ زمیندار حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوا اور دادا صاحب کا پیغام پہنچا کر تحریک کی کہ یہ ایک بہت عمدہ موقع ہے اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود نے اس کے جواب میں بلا توقف فرمایا۔حضرت والد صاحب سے عرض کر دو کہ میں ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں۔ مگر "میری نوکری کی فکر نہ کریں۔ مَیں نے جہاں نوکر ہونا تھا نوکر ہو چکا ہوں۔"

(سیرت المہدی جلد اوّل)

یہ سکھ زمیندار حضرت دادا صاحب کی خدمت میں حیران و پریشان ہو کر واپس آیا۔ اور عرض کیا کہ آپ کے بچے نے تو یہ جواب دیا ہے۔کہ میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں۔ شاید وہ سکھ زمیندار حضرت مسیح موعود کے اس جواب کو اس وقت اچھی طرح سمجھا بھی نہ ہو گا۔مگر دادا صاحب

کی طبیعت بڑی نکتہ شناس تھی۔ کچھ دیر خاموش رہکر فرمانے لگے۔ کہ" اچھا! غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ میں نوکر ہو چکا ہوں تو پھر خیر ہے اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔"

اور اس کے بعد بھی کبھی کبھی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ

"سچا راستہ تو یہی ہے جو غلام احمد نے اختیار کیا ہے۔ ہم تو دنیا داری میں اُلجھ کر اپنی عمر ہی ضائع کر رہے ہیں۔"

مگر باوجود اس کے وہ شفقتِ پدری اور دنیا کے ظاہری حالات کے ماتحت اکثر فکر مند بھی رہتے تھے۔ کہ میرے بعد اس بچے کا کیا ہوگا؟ اور لازمہ بشری کے ماتحت حضرت مسیح موعود کو بھی والد کے قرب وفات کے خیال سے کسی قدر فکر ہوا۔ لیکن اسلام کا خدا بڑا وفادار اور قدر شناس آقا ہے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ ہمارے دادا صاحب کی آنکھیں بند ہوں۔ خدا نے اپنے اس نوکرِ شاہی کو جس نے اپنی جوانی میں اس کا دامن پکڑا تھا۔ اس عظیم الشان الہام کے ذریعہ تسلی دی کہ

"اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ"

اے میرے بندے تو کس فکر میں ہے؟ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ یہ الہام اس شان اور اس جلال کے ساتھ نازل ہوا کہ میرے دل کی گہرائیوں میں ایک فولادی

میخ کی طرح پیوست ہو کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالٰے نے اس رنگ میں میری کفالت فرمائی کہ کوئی باپ یا کوئی رشتہ دار یا کوئی دوست کیا کر سکتا تھا؟ اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد مجھ پر خدا کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ ناممکن ہے کہ مَیں ان کا شمار کر سکوں

اللہ تعالٰے کے بے شمار احسانات اور خدا کی کفالت کا ذکر آپ نے اپنی اردو نظم میں ان الفاظ میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

اے فدا ہو تیری راہ میں میرا جسم وجان ودل
مَیں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا مَیں مثلِ طفلِ شیر خوار
نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بِن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات وکرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

قادیان کے علاقہ کے ایک سکھ زمیندار کا بیان کردہ واقعہ بتا چکا ہوں اس سے ملتی جلتی شہادت ایک معمر ہندو جاٹ کی ہے۔ (جس نے حضور علیہ السلام کو گود میں کھلایا بھی تھا) وہ کہتے ہیں۔ کہ جب سے اس (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے ہوش سنبھالا ہے بڑا ہی نیک رہا ہے۔ دنیا کے کسی کام میں نہیں لگا۔ بچوں کی طرح

کھیل کود میں مشغول نہیں ہوا۔ شرارت۔ فساد۔ جھوٹ۔ گالی بھی اس نے نہیں دی۔ نہ کسی کو مارا نہ آپ مار کھائی۔ نہ کسی کو برا کہا نہ آپ کہلوایا۔ ایک عجیب پاک زندگی تھی مگر ہماری نظروں میں اچھی نہیں تھی۔ نہ کہیں آنا نہ جانا۔ نہ کسی سے سوائے معمولی بات کے بات کرنا۔ اگر ہم نے کبھی کوئی بات کہی کہ میاں! دنیا میں کیا ہو رہا ہے تم بھی ایسے رہو۔ اور کچھ نہیں تو کھیل تماشہ کے طور پر ہی باہر آیا کرو۔ تو کچھ نہ کہتے۔ ہنس کر چپ ہو رہتے۔ آپ کے والد مجھے کہتے نمبردار! غلام احمد کو بلا لاؤ۔ اُسے کچھ سمجھا دیں گے۔ مَیں جاتا بُلا لاتا۔ والد کا حکم سُنکر اسی وقت آجاتے۔ اور چپ چاپ بیٹھ جاتے اور نیچی نگاہ رکھتے۔ آپ کے والد فرماتے۔ بیٹا غلام احمد ہمیں تمہارا بڑا فکر اور اندیشہ رہتا ہے تم کیا کر کے کھاؤ گے۔ تم روزگار کرو۔ کب تک دلہن بنے رہو گے۔ دیکھو دنیا کماتی کھاتی پیتی ہے کام کاج کرتی ہے۔ تمہارا بیاہ ہوگا۔ بیوی آوے گی۔ بالک بچے ہوں گے وہ کھانے پینے کے لئے طلب کریں گے ان کا تعہد تمہارے ذمہ ہوگا۔ اس حالت میں تو تمہارا بیاہ کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ مَیں کب تک بیٹھا رہوں گا۔ بڑے بڑے افسروں حاکموں سے میری ملاقات ہے وہ ہمارا لحاظ کرتے ہیں۔ مَیں تم کو چٹھی لکھ دیتا ہوں تم تیار ہو جاؤ۔ یا کہو تو مَیں خود جا کر سفارش کر دوں۔ مرزا غلام احمد جواب دیتے کہ ابّا بھلا بتاؤ تو سہی کہ جو افسروں کے افسر اور مالک الملک احکم الحاکمین

کا ملازم ہو اور اپنے ربّ العالمین کا فرمانبردار ہو۔ اس کو کسی اور
کی ملازمت کی کیا پرواہ ہے۔

مرزا غلام مرتضٰے صاحب یہ جواب سُنکر خاموش ہو جاتے
اور فرماتے اچھا بیٹا جاؤ اپنا خلوت خانہ سنبھالو۔ جب یہ چلے جاتے
تو ہم سے کہتے۔ ہمارے بعد یہ کس طرح زندگی بسر کرے گا۔ ہے تو یہ
نیک صالح مگر اب زمانہ ایسوں کا نہیں چالاک آدمیوں کا ہے۔
پھر آبدیدہ ہو کر کہتے کہ جو حال پاکیزہ غلام احمد کا ہے وہ ہمارا کہاں
ہے۔ یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔
(تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص ۳۳-۳۴ از پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ)

خود حضور علیہ السلام نے اپنے ان فطری رجحانات کا نقشہ کھینچتے
ہوئے ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے۔

المسجد مکانی — والصالحون اخوانی
وذکر اللہ مالی — وخلق اللہ عیالی۔

یعنی نوافل ہی سے مسجد میرا مکان۔ صالحین میرے بھائی اور ذکرِ الٰہی
میری دولت ہے اور مخلوق خدا میرا خاندان۔ یہ بظاہر مختصر فقرے ہیں
مگر ان سے عشق الٰہی کی ان لہروں کا پتہ چلتا ہے جو غیر معمولی رنگ
میں شروع جوانی سے ہی آپ کے وجود پر نازل ہو رہی تھیں۔ دراصل
حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا فلسفہ سلوک تمام کا تمام محبت کے
محور کے ارد گرد گھومتا ہے۔ خدا سے محبت۔ رسول سے محبت۔ مخلوق

سے محبت ۔ خدا تک پہنچنے کا راستہ محبت ۔ آپ سفر میں ہوتے یا عدالت میں ہوتے یا اپنی رہائش گاہ پر ۔ یادِ الٰہی سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتے تھے ۔ بلکہ زندگی کا ہر تغیر آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ کرنے کا باعث بنتا تھا ۔

ڈلہوزی کے سفروں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے ۔

"جب کبھی ڈلہوزی جانے کا مجھے اتفاق ہوتا تھا تو پہاڑی کے سبزہ زار حصوں اور بہتے ہوئے پانیوں کو دیکھکر طبیعت میں بے اختیار اللہ تعالےٰ کی حمد کا جوش پیدا ہوتا ، اور عبادت میں ایک مزہ آتا ۔ اور مَیں دیکھتا تھا کہ تنہائی کے لئے وہاں اچھا موقع ملتا ہے ۔"

(حیات النبی از عرفانی صاحب جلد اوّل ص۵۵)

ایامِ جوانی میں بہاریں لوٹنے کی بجائے خدا تعالےٰ کے تصوّر میں یوں کھو جانا آپ کی اس ابدی محبّت کا پتہ دیتا ہے جو آپ کے قلبِ صافی میں بحرِ موّاج کی شکل میں ہر دم موجزن رہتی تھی ۔ آپ دست با کار و دِل با یار کی مجسم تصویر اور عالمِ جوانی میں محبت الٰہی کے سانچے میں ڈھلا ہؤا نفیس قلب تھے جس کے چہرہ مُہرہ طرزِ گفتگو اور کردار سے رُوحانیت کا نور برستا تھا ۔ جو ایک اجنبی انسان کو بھی مبہوت کر دیا کرتا تھا ۔ چنانچہ ڈلہوزی ہی کے سفر کا ایک واقعہ ہے کہ آپ

ـ مقدمہ کے سلسلہ میں پہاڑ پر یکّہ میں بیٹھے سفر کر رہے تھے کہ
ـستہ میں بارش آگئی۔ آپ اپنے ہم سفر ساتھی کے ساتھ یکّے سے
ـے اور ایک پہاڑی آدمی کے مکان کی جانب تشریف لے گئے
راستہ پر ہی واقع تھا آپ کے ساتھی نے آگے بڑھ کر مالک
ـکان سے اندر آنے کی اجازت چاہی مگر اس نے روکا۔ اس پر ان کی
ہم تکرار ہو گئی اور مالک مکان تیز ہو کر گالیوں پر اُتر آیا۔
حضرت صاحب یہ تکرار سُنکر آگے بڑھے جونہی آپ کی اور مالک
ـکان کی آنکھیں ملیں تو پیشتر اس کے کہ آپ کچھ فرماتے اس نے اپنا
ـر نیچے ڈال لیا اور کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری ایک جوان لڑکی
ہے اس لئے مَیں اجنبی آدمی کو گھر گھسنے نہیں دیتا مگر آپ بیشک
ـندر آجائیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل صـ۶ طبع دوم)

محبت الٰہی کے ذکر میں طبعًا یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی محبت کے حصول اور اس کو پانے کی راہ کیا ہے؟ سو اس
بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے چند اقتباس
سُناتا ہوں۔

حضور فرماتے ہیں:۔
”ایک شخص میرے پاس آیا اور دیگر باتوں کے علاوہ مجھ سے
کہنے لگا کہ پہلے بزرگ پھونک مار کر غوث قطب بنا دیتے

تھے۔ مَیں نے اس کو یہی کہا کہ یہ درست نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون نہیں ہے۔ تم مجاہدہ کرو۔ تب خدا تعالےٰ اپنی راہیں تم پر کھولے گا۔"

(روحانی خزائن نمبر ۲ جلد ۲ صفحہ ۲۳۱-۲۳۰)

"خدا تعالےٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ محبِ صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور چونکہ اس کے دل میں پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ یہ بھی کہے کہ مَیں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر پر صبر نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دَور کے وقت ایک شراب پینے والا ہردم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالےٰ کی رضا حاصل ہو۔ پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہردم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا وِرد رکھتے ہیں اور سب سے بڑھکر معصوم کی یہی نشانی ہے۔"

پرنٹر محمد محسن لاہور آرٹ پریس انارکلی لا

کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور استغفار کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعفِ بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور و مخفی رہے۔"

(چشمۂ مسیحی صـ۳۸)

جیساکہ اپنے اس شعر میں فرمایا۔

"نعرہ اِنَّا ظَلَمْنَا سُنّتِ ابرار ہے

زہر مُنہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نسلِ مار"

"گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اُس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کی اطاعت اور خدا کی پُرجوش محبت اور محبّانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو۔ ...... گناہ کے دُور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔ لہٰذا وہ تمام اعمالِ صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں۔ غرض گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جدا ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو دُور کرنا خدا کے تعلق سے وابستہ ہے۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صـ۴)

پھر فرماتے ہیں :۔

"اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت سے پورا حصّہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو اور یہ عہد نہ کرلے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا۔ اور خدا تعالےٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا۔ کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ابراہیم بنو۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو۔ اور پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو"

(رُوحانی خزائن نمبر ۲ جلد سوم صفحہ ۱۸۹-۱۸۸)

ایک جگہ فرماتے ہیں! جب تک اللہ تعالےٰ سے محبت ذاتی پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرے کی حالت میں ہے۔ لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے جیسا کہ اپنے اشعار میں بھی فرمایا ہے۔

چھُٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری اُلفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار
اس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سُود ہے

اک تری قیدِ محبت ہے جو کر دے رُستگار

دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہے کیا

دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار

کیا کروں تعریف حسنِ یار کی اور کیا لکھوں

اک ادا سے ہو گیا مَیں سیلِ نفسِ دُوں سے پار

محبّتِ الٰہی کے حصول کی راہوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے چند اقتباس مَیں نے سُنائے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے مجاہدہ، اس کی راہ میں قربانی، اس کی غیرت، اعمال صالحہ، صبر و استقلال، مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور ان کی خدمت غرض کئی ایک امور کی طرف حضور علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے لیکن ساتھ ہی بڑے زوردار الفاظ میں اس حقیقت کو بھی واضح فرما دیا ہے کہ در اصل یہ سب پگ ڈنڈیاں ہیں۔ یا یوں کہہ لو کہ یہ وہ گلیاں ہیں جو اس بڑے کشادہ اور سیدھے راستہ کو جا ملتی ہیں جو راہِ محبّت کہلاتا ہے۔ اور یہی وہ راستہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے حسن و احسان کا راہ ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السّلام نے اپنے اس شعر میں فرمایا۔

اور کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبّت سے نہیں

طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر خالق اور مخلوق کا نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ وہ مضبوط رشتہ جس کو حوادث کی آندھیاں۔ ابتلاؤں

کے طوفان تکالیف اور ابتلاء کی بھٹیاں کمزور نہیں مضبوط کرنے کا باعث ہوتی ہیں۔ کند نہیں تیز کرتی، ماند نہیں صیقل کرتی اور جلا پیدا کرتی ہیں۔ اور اللہ کے پیاروں کے اخلاق نکھارنے کا موجب بنتی ہیں۔ کیونکہ اپنے خالق کی محبت میں سرشار انسان ان کو ایلام نہیں انعام سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ السلام کی محبت ذاتی کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاقِ ذاتی کا مطالعہ کیا جائے۔ تو خدا اور اس کے رسول کی محبت ایک نہایت نمایاں حصّہ لئے ہوئے نظر آتی ہے۔ آپ کی ہر تقریر و تحریر، ہر قول و فعل، ہر حرکت و سکون، اس عشق و محبت کے جذبہ سے لبریز پائے جاتے ہیں۔ اور یہ عشق اس درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جس طرح ایک عمدہ قسم کے اسفنج کا ٹکڑہ جب پانی میں ڈال کر نکالا جاوے تو اس کا ہر رگ و ریشہ اور ہر خانہ د گوشہ پانی سے بھرپور نکلتا ہے۔ اور اس کا کوئی حصّہ ایسا نہیں رہتا کہ جس میں پانی کے سوا کوئی اور چیز ہو۔ اس طرح پر دیکھنے والے کو نظر آتا تھا کہ آپ کے جسم اور روح مبارک کا ہر ذرہ عشقِ الٰہی اور عشقِ رسُول سے

کر کے دکھاؤں۔ قرآن شریف نے مومن کی شان میں جہاں جہاں بھی ایمان کا ذکر کیا ہے۔ وہاں لازماً ساتھ ہی اعمالِ صالحہ کا بھی ذکر کیا۔ اور یہ بات عقلاً بھی محال ہے کہ محبت اور ایمان تو ہو مگر اعمالِ صالحہ بجا لانے کی خواہش اور کوشش نہ ہو۔ عملی کمزوری ہو جانا ایک علیحدہ امر ہے مگر سنّتِ نبویؐ کی اتباع اور اعمال صالحہ بجا لانے کی خواہش اور کوشش کبھی ایمان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور جو شخص محبت کا مدعی ہے۔ اور محبوب کے احکام اور منشاء کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ پس میرے اس بیان سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ اعمال کی اہمیت کو کم کر کے دکھاؤں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اخلاص اور محبت کی اہمیت کو واضح کروں اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کردوں کہ خشک ملّانوں کی طرح آنکھیں بند کر کے محض اس شریعت کے پوست پر چنگل مارے رکھنا ہرگز فلاح کا راستہ نہیں۔"

(سیرت المہدی حصہ دوم صـ ۱۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک نظم میں اس نکتہ کو بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے

فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار

عاشقی کی ہے علامت گریہ ودامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
سَو چڑھے سورج نہیں بِن رُوئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شب تاریک و تار

کہتے ہیں محبت محبت کو کھینچتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے ایسی شدید محبت کی جو حقیقتاً بے مثال ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ ہمارا آسمانی آقا جو سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار۔ بڑا قدر شناس اور اتنا شفیق کہ اس سے بڑھ کر کوئی باپ شفیق نہیں ہو سکتا۔ اور اتنا پیار کرنے والا کہ حوّا سے لیکر آجتک کسی ماں نے اپنے بچّہ سے اتنا پیار نہیں کیا۔ نہ قیامت تک کوئی ماں ایسی ہو سکتی ہے کہ اس سے بڑھ کر پیار کرنے والی ہو۔ اور جو اپنے بندوں کا ولی بھی ہے۔ رفیق بھی اور حفیظ بھی۔ حضور علیہ السلام کو غیروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا۔ حضور علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ کی اس محبت اور معیّت اور حفاظت پر ناز تھا۔ چنانچہ جب آپ کو ۵-۱۹۰۴ء میں مولوی کرم دین والے مقدمہ میں یہ اطلاع ملی کہ ہندو مجسٹریٹ کی نیت ٹھیک نہیں ہے اور وہ آپ کو قید کرنے کی داغ بیل ڈال رہا ہے۔ تو آپ اس وقت ناسازی طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے۔ یہ الفاظ سنتے ہی جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا۔ کہ

"وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے"۔ (یہ روایت سیرۃ المہدی حصّہ اوّل میں درج ہے)

چنانچہ اپنے ایک شعر میں بھی فرماتے ہیں کہ

"جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار"

اور اسی نظم میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار"

اللہ تعالےٰ کی نصرت اور حفاظت پر کامل یقین کا نظارہ تو آپ دیکھ چکے۔ اب محبوب کی راہ میں قربانی پیش کرنے کے لئے ہر دم تیار رہنے کا نظارہ بھی دیکھئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم روایت کرتے ہیں۔ کہ

"جس دن سپرنٹنڈنٹ پولیس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مکان کی تلاشی کے لئے اچانک قادیان آیا۔ اور میر ناصر نواب صاحب مرحوم کو (جو حضور علیہ السّلام کے خسر تھے) اس کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بھاگے گئے اور غلبۂ رقت کی وجہ سے بڑی مشکل کے ساتھ عرض کیا۔ کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس وارنٹ گرفتاری کے ساتھ ہتھکڑیاں

لے کر آ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت اپنی کتاب "نور القرآن" تصنیف فرما رہے تھے۔ سر اُٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشی میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں۔ ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔"

پھر ذرا تامّل کے ساتھ فرمایا۔

"مگر ایسا نہیں ہو گا۔ خدا تعالےٰ کی حکومت اپنے خاص مصالح رکھتی ہے وہ اپنے خلفائے مامورین کے لئے اس قسم کی رسوائی پسند نہیں کرتا۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں۔ محبّت الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ ایسے رنگ میں گفتگو فرماتے ہیں کہ گویا آپ اس محبت کی شرابِ طہور میں مخمور ہو کر اپنے خدا سے ہمکلام ہو رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"مَیں ان نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ جو مجھے معلوم ہیں مگر دنیا انہیں نہیں دیکھتی۔ لیکن اے میرے خدا میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے اور میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسے کہ ایک شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے اچھلتا ہے۔" (تریاق القلوب)

اور دوسری جگہ اللہ تعالےٰ کو گواہ رکھ کر فرماتے ہیں:-

"دیکھ میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ ایک پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لئے، اور نہ اپنی ذات کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔"

پھر اسی محبتِ الٰہی کے جوش میں اپنے اور اپنے مخالفوں کے درمیان حق و انصاف کا فیصلہ چاہتے ہوئے اپنی جان اور اپنے مال و متاع اور اپنی عزت و آبرو۔ اور اپنے جمیع کاروبار کی بازی لگاتے ہوئے خدا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اور کس جذبہ اور ولولہ سے فرماتے ہیں (فارسی اشعار حقیقت المہدی کا ترجمہ)

"اے میرے قادر و قدیر خدا۔ اے وہ جو زمین و آسمان کا واحد خالق و مالک ہے۔ اے وہ جو اپنے بندوں پر بے انتہا رحم کرنے والا اور ان کی ہدایت کا بحید آرزومند ہے۔ ہاں اے میرے آسمانی آقا! جو لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں پر نظر رکھتا ہے جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ اگر تو دیکھتا ہے کہ میرا اندرونہ فسق و فساد اور فتنہ و شر کی نجاست سے بھرا ہوا ہے۔ اگر تو مجھے ایک بدفطرت اور ناپاک سیرت انسان خیال کرتا ہے۔ تو میں تجھے تیرے جبروت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھ بدکار کو پارہ پارہ

کر کے رکھ دے۔ اور میرے مخالفوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر۔
تو میرے در و دیوار پر اپنے عذاب کی آگ برسا اور میرا دشمن
بن کر میرے کاموں کو تباہ و برباد کر دے۔ لیکن اگر تو جانتا
ہے کہ مَیں تیرا اور صرف تیرا ہی بندہ ہوں اور اگر تو دیکھ
رہا ہے کہ صرف تیرا ہی مبارک آستانہ میری پیشانی کی
سجدہ گاہ ہے۔ اگر تو میرے دل میں اپنی وہ بے پناہ محبت
پاتا ہے جس کا راز اس وقت تک دنیا کی نظروں سے
پوشیدہ ہے تو اے میرے پیارے آقا۔ تو مجھے اپنی محبت
کا کرشمہ دکھا اور میرے عشق کے پوشیدہ راز کو لوگوں
پر ظاہر فرما دے۔ ہاں! اے وہ جو کہ ہر متلاشی کی طرف خود
چل کر آتا ہے۔ اور ہر اس شخص کے دل کی آگ سے
واقف ہے جو تیری محبت میں جل رہا ہے۔ مَیں تجھے اپنی اس
محبت کے پودے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو مَیں نے
تیرے لئے اپنے دل کی گہرائیوں میں لگا رکھا ہے کہ تو میری
بریت کے لئے باہر نکل آ۔ ہاں ہاں اے وہ جو میری پناہ
اور میرا سہارا اور میری حفاظت کا قلعہ ہے۔ وہ محبّت
کی آگ جو تو نے اپنے ہاتھ سے میرے دل میں روشن کی
ہے اور جس کی وجہ سے میرے دل و دماغ میں تیرے سوا
ہر دوسرا خیال جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ تو اب اسی آگ کے

ذریعہ میرے پوشیدہ چہرہ کو دنیا پر ظاہر کر دے اور میری تاریک رات کو دن کی روشنی میں بدل دے۔"

پھر فرماتے ہیں۔

"یہ ایک عجیب نظارہ ہے کہ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کی خاطر دنیا سے منہ موڑا اور ادھر خدا نے آپ کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا کرنا شروع کر دیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس نے دونوں جہاں آپ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ مگر آپ کی نظر میں خدا کی محبت اور اس کے قرب کے مقابل پر ہر دوسری نعمت ہیچ تھی۔ چنانچہ ایک جگہ خدا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

فارسی اشعار کا ترجمہ از چشمۂ مسیحی۔

"اے وہ کہ تجھ پر میرا سر اور میری جان اور میرا دل اور میرا ہر ذرّہ قربان ہے۔ تو اپنے رحم و کرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے۔ وہ فلسفی تو در اصل عقل سے کورا ہے جو تجھے عقل کے ذریعہ تلاش کرتا ہے کیونکہ تیرا پوشیدہ راستہ عقلوں سے دُور اور نظروں سے مستور ہے۔ یہ سب لوگ تیری مقدس بارگاہ سے بے خبر ہیں۔ تیرے دروازہ تک جب بھی کوئی شخص پہنچا ہے تو صرف تیرے احسان کے نتیجہ میں پہنچا ہے۔ تُو بے شک اپنے عاشقوں کو

دونوں جہان بخش دیتا ہے۔ مگر تیرے غلاموں کی نظر میں
دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تو تیرے منہ کے
بھوکے ہوتے ہیں۔"

ان اشعار میں حضرت مسیح موعودؑ کس ناز سے فرماتے ہیں کہ اے میرے
آسمانی آقا! تُو نے بے شک مجھے دونوں جہانوں کی نعمتیں دے دی ہیں
مگر مجھے ان نعمتوں سے کیا کام ہے۔ مجھے تو بس تُو ہی چاہیئے۔ یہ وہی بات
ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے نبوت دی فرعون جیسے جبّار بادشاہ پر
غلبہ بخشا۔ ایک قوم کی سرداری عطا کی۔ مگر پھر بھی ان کی پکار یہی رہی
کہ "رب ارنی انظر الیک"۔ خدایا تُو نے مجھے سب کچھ دے دیا
مگر ذرا اپنا چہرہ بھی دکھا دیجیئے۔"

یہی حال حضرت مسیح موعودؑ کا بھی تھا۔ آپ نے اپنے متعدد
اشعار میں بڑے ہی پیارے انداز میں حالِ دل سُنایا ہے۔ اور کوئی
صاحبِ دل اور رموزِ عشق و محبت سے واقف ہی ان کو سمجھ سکتا ہے۔
آپ کا ایک شعر ہے

"اس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مُدّعا
جنّت بھی ہے یہی کہ ملے یارِ آشنا!

یہی ایک اور نظم میں فرماتے ہیں :۔

بِن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے
اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اس کی چاہ سے

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
کیونکہ کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی
سو روگ کی دَوا یہی وصلِ الٰہی ہے
اس قید میں ہر ایک گناہ سے رہائی ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما!

اب آخر میں مَیں حضور علیہ السلام کا ایک اقتباس سناتا ہوں جس سے آپ اسی محبت اور اسی تڑپ کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں۔ جو ان الفاظ کی تہہ میں پنہاں ہے۔ آپ بھی اس عشق کی آگ اپنے سینوں میں سُلگائیں۔ اور دین و دُنیا کی فلاح پائیں۔ حضور اپنی تصنیف "کشتی نوح" میں فرماتے ہیں۔

"کیا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جس کو یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے

حاصل ہو۔

اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو، کہ وہ تمھیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے۔ جو تمھیں بچائے گا۔ مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھاؤں کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ یہ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھُلیں۔"